حجۃ الاسلام والمسلمین سیّد حسن خمینی

امام خمینی اور اسلامی انقلاب کے فضائل و کمالات

بیسویں صدی کو "عظیم انقلابوں" کی صدی قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایسی صدی جو اپنے ابتدائی سالوں سے لے کر آخر تک دنیا کے مختلف مقامات پر مختلف تحریکوں اور انقلابوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ ایران میں انقلاب مشروطیت، روس میں انقلاب اشتراکیت، چین میں موزے تنگ کا انقلاب اور دنیا کے دیگر مقامات پر چھوٹی بڑی تحریکیں اس حقیقت کی زندہ گواہ ہیں۔

انقلاب مشروطیت کے علاوہ مارکسزم کو اپنا آئیڈل بنانا اور طبقاتی کشمکش کے راستے پر چل نکلنا، ان تمام تحریکوں اور تبدیلیوں کا مشترکہ باب اور اہم قدر مشترک تھی۔ درحقیقت مذکورہ انقلابوں کا فریم ورک اور مطمح نظر، اقتصادی مفادات، انسان کے متعلق کسی خاص نظریہ اور مذہب اور معنویت سے پاک حکومتی ڈھانچے کے قیام سے عبارت ہیں جیسا کہ فرانس کے انقلاب کبیر نے ترقی پسند دور میں جدیدیت کے نظریہ کے ذریعہ، انسانی معاشرے اور دنیا کے متعلق نئی بصیرت کا راستہ ہموار کیا جو مغربی آئیڈیالوجی کے قالب میں ظاہر ہوا۔ اس کی بنیاد مادیت پرستی پر استوار ہے۔ سوشلزم نے معاشرتی مساوات کا نعرہ لگاکر مذکورہ تحریکوں میں اپنے ظہور کو ثابت کیا۔ اس کی روح بھی مادہ پرستی اور روحانیت اور معنوی ثمرات کا انکاری ہے۔ درحقیقت بیسویں صدی کے انسان نے روحانیت، دینی اور نظریاتی اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے، جامع کوششوں کا آغاز کیا تاکہ معاشرہ، تاریخ اور اپنی (انسان کی) بالکل نئی تعریف پیش کرسکے اور اپنے سیاسی نظام کی بنیاد رکھ سکے۔ یہ سب کچھ اس اصول پر ایمان لانے کے بعد ممکن تھا جس میں دین کو اقوام کے لیے تریاق اور انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی و

مادی خوشحالی کی ضد سمجھا جاتا ہے۔

اسلامی انقلاب کی بیسویں صدی کی آخری دہائیوں یعنی ۱۹۷۹ء میں ظہور پذیری نے اپنی مثال آپ قسم کی خصوصیات کے ذریعے انسانی معاشرے اور کائنات کی ایک نئی تعریف پیش کی۔ دوساختی انسان نے، اپنے معنوی پہلو پر بھروسہ کرتے ہوئے اور رہبانیت کی دینی بنیاد پر مبنی سیاست کی تعریف وعملداری پر اصرار کرتے ہوئے طاقت کے استعمال میں اخلاقی اور عرفانی قدروں کو مدنظر رکھ کر دوسری ملینیم کے آخری انقلاب میں عملی کردار کی ایسی بنیاد رکھ دی ہے جس کی ان خصوصیات نے اسے دوسرے انقلابوں اور تحریکوں سے ممتاز بنادیا ہے۔ درحقیقت اگر دنیا کے ہر حصے کے دوسرے انقلابات اپنے مادی رجحانات کے سبب اپنی ماہیت اور روح کو دین و مذہب اور اخلاق و روحانی اقدار کی نفی میں زندہ محسوس کرتے ہیں اور دین اور دینی اصولوں کا مقصد عوام اور اقوام کی پسماندگی گردانتے ہیں، انسانوں کی آزادی کو مذہب اور مذہبی آداب و رسوم سے دوری کا مرہون منت سمجھتے ہیں تو ان افکار کے مقابلے میں اس صدی کے آخر میں ایسا انقلاب ظہور پذیر ہوا جس کی جڑیں اور جس کا مبداء وحی اور اس سے برخاستہ اقدار میں ہیں جس نے دین اور اس کی نظریاتی بنیادوں پر تکیہ کیا ہے۔ اس نے مختلف نظریوں کے میدان میں تحریک کی ایک نئی تھیوری پیش کی۔ اس نئی تھیوری کے بانی نے جو اس عظیم عوامی تحریک کی رہنمائی کررہے تھے دینی ماحول کے بطن سے قیام کیا جو خود ممتاز فقہاء اور دین و مذہب اپنے مفہوم میں نہ صرف اقوام کے لیے تریاق ہی نہیں بلکہ انسانی تاریخ سازی اور معاشرے کی اصلاح کے لیے عظیم ترین حد کی توانائی بھی ہے۔

یہاں ایک بنیادی اور اہم سوال بھی ذہن میں اُبھرتا ہے وہ یہ کہ ایران کے اسلامی انقلاب کی اس اہم خصوصیت کا راز کیا ہے کیونکہ دینی فکر اور اس کے معنوی ثمرات ایک بار پھر اتنے عظیم طوفان کو برپا کرسکے ہیں کہ جس نے نہ صرف ایران اور عالم اسلام بلکہ تمام عالمی تعلقات اور اس کے دوسرے کونا کوں شعبوں پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں؟

اس سوال کا جواب اس کی دینی فکر اور معنوی تخلیقی ثمرات کے معجزنما کردار میں تلاش کیا جاسکتا ہے کیونکہ ایران کا اسلامی انقلاب دوسری سیاسی اور اجتماعی تحریکوں کے مقابلے میں ایک تاریخی انقلاب ہے۔ سیاسی تحریکوں کا مقصد فقط طاقتوروں کی اکھاڑ پچھاڑ ہوتی ہے۔ معاشرتی تبدیلیوں کا مطمع نظر متعلقہ انقلابی معاشرے کے تعلقات اور دوسرے سیاسی، معاشی رابطوں میں ردّو بدل ہوتا ہے جبکہ تاریخی انقلابوں میں زمان اور مکان کی حد بندیوں سے ماورا انقلابی فکر اور فلسفہ پر زور دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخی انقلابات چونکہ جامع پیغام کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا وہ زمان و مکان اور قوم سے ماورا انقلابات کہلائیں گے۔ اسلامی انقلاب کا پیغام حقیقت میں فرانس کے انقلاب کی ضد اور اس کے نتائج کے برعکس ہے یعنی یہ پیغام درحقیقت دینداری، ایمان کی گہرائی، روحانیت، بدعنوانیوں کے دلدل، تباہی و بربادی اور ظلم و ناانصافی سے انسان کی نجات اور آزادی کا پیغام تھا اور یہ پیغام تاریخ کے تمام انسانوں اور نسلوں، سب زمانوں اور تمام مقامات و میدانوں کے لیے ہے۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

”میرا مطمع نظر کوئی خاص مقام نہیں ہے، میرا مقصود ظلم کے خلاف جہاد ہے۔ یہ جہاد جہاں پر بہتر طور پر ہوسکے وہاں ہوگا۔“ (صحیفہ نور جلد ۴ صفحہ ۱۱۰)

امام خمینیؒ دینی فکر کے مجدد

اسلام بھی دوسرے الٰہی ادیان کی طرح ہمیشہ جہالت پسندوں اور دشمنوں کی طرف سے تحریف و تخریب کا نشانہ رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ یہ بھی واضح ہے کہ کسی بھی فلسفہ یا سوچ کی طاقت اور ترویج خصوصاً دینی فکر و نظر کی تائید جس طرح اپنی درست سمت اور خالص حالت میں تعمیری بھی ہے اور باعث نجات بھی۔ اسی طرح اپنی تحریف شدہ صورت میں ویسی ہی مہلک اور غلامی کا موجب بھی ہے۔ اسلامی فکر کے میدان میں امام خمینیؒ کی بصیرت اور اس کے

دوسروں تک پہنچانے کے عمل سے اسلامی انقلاب کی فکری بنیادوں اور جڑوں کی تعمیر کی گئی۔ امام خمینیؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ سیاست دین سے ماخوذ ہے اور جہاد، انقلاب، اصول اور اس کی بنیادیں اسلامی اصول کا اٹوٹ حصہ ہیں۔ امام خمینیؒ کی بصیرت کی رو سے عالمی تسلط اور استکبار کے خلاف جہاد اور اسی طرح ظلم و ستم اور بے انصافی کے خلاف جدوجہد ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ امام خمینیؒ کی اسلامی تعبیر یہ ہے کہ اسلامی فکر تمام مادی اور معنوی میدانوں میں انسان کی طاقت اور حکمرانی کی ضمانت ہے۔ امام خمینیؒ نے ہمیشہ مسلمان عوام کو خالص اسلام کی طرف لوٹانے کے لیے ہمہ گیر جدوجہد کی ہے۔ امام خمینیؒ کے نظریہ کے مطابق خالص اسلام وہ ہے جس میں آگاہی، آزادی، معاشرتی انصاف ہو، اسلام میں ظالموں اور استکبار کے خلاف جہاد کی دعوت عام ہے۔ خالص اسلام یعنی محروموں، مستضعفوں اور پابرہنہ عوام کے اسلام کا امریکی اسلام کے مقابلے میں، جو مستکبرین اور ستمگروں کا اسلام ہے، امام خمینیؒ کے ذریعے احیا ہوا جس کے نتیجے میں اسلام نے نہ صرف ایرانی معاشرے اور عوام کے رگ و پے میں بلکہ اس سے بڑھ کر عالم اسلام میں سرایت کر کے اپنی ماہیت پالی۔ بنیادی طور پر دینی فکر کا احیاء ''دین'' کو پورے معاشرے میں نافذ کرنے کی کوشش اور معاشرے میں دین کے نفاذ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی تو دین داروں کی بصیرت اور التزام کا موجب ہے اور زندگی کے مختلف پہلوؤں میں انصاف کا قیام اور ظلم سے انکار کی جانب ایک اجتماعی عوامی تحریک ہے۔

امام خمینیؒ کی بصیرت کے مطابق دین کی ذمہ داری زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی ہدایت اور رہنمائی کرنا ہے۔ وہ سیاست کو آلام سے جدا کرنے کو اصلی اور خالص دین کی بربادی قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ سوچ دراصل عالمی استکبار، اسلامی ممالک میں ظلم پسند، وابستہ حکومتوں اور مغرب زدہ، نمک خوار اور خود فروش ایجنٹوں سے تشکیل شدہ شرمناک جماعتوں کی طرف سے پھیلائی گئی ہے۔ حضرت امام خمینیؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

''یہ (جو کہتے ہیں) کہ دیانت (دین) سیاست سے الگ ہو اور علمائے اسلام کو سیاسی اور معاشرتی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے یہ استعمار گروں نے کہا ہے اور دنیا میں افواہ اڑائی ہے۔ یہ بے دینوں کا مقولہ ہے۔ کیا حضرت پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں سیاست دین سے الگ تھی؟ یہ سب باتیں استعمار گروں اور ان کے سیاسی ایجنٹوں نے گڑھی ہیں۔ تا کہ وہ دین کو دنیوی امور میں مداخلت اور مسلمانوں کے معاشرے کی صف بندی سے روک سکیں اور ساتھ ہی علمائے اسلام کو عوام سے اور آزادی اور خود مختاری کے لیے جہاد کرنے والوں سے الگ کر دیں اور وہ اسی صورت میں عوام پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں اور ہمارے وسائل کو لوٹ سکتے ہیں۔ ان کا مقصد یہی ہے۔'' (ولایت فقیہ صفحہ ۱۶)

مختصر یہ کہ امام خمینیؒ کی سیاسی بصیرت دین سے الگ ہرگز نہیں ہے۔ ان کے افکار میں دین کا ایک خاص اور اہم مقام ہے۔ دنیوی و اخروی سعادت، ظاہری، باطنی، مادی اور معنوی احکام کا سرچشمہ دین ہی ہے اور مجموعی طور پر دین کی ذمہ داری ہر اس چیز کا بیان ہے جو انسان کی سعادت سے متعلق ہو۔

دوسری طرف جس اسلام کے مبلغ امام خمینیؒ ہیں وہ ایسا دین ہے جو زندگی اور اجتماعی میدانوں میں عام لوگوں میں دنیا کے معاملات کو معقول اور خردمندانہ طریقے سے چلانے کی اہلیت ثابت کرے اور قابل محسوس مفادات کی حفاظت اور لوگوں کے محاسبے کی طاقت رکھتا ہو۔ اسی لیے امام خمینیؒ ایک آگاہ اور زمانہ شناس مفکر کی حیثیت سے ہر قسم کی کج فکری اور کجروی کو باطل گردانتے ہیں اور اسے دین کی سیاسی اور اجتماعی میدانوں میں پرورش اور ترویج میں مخل سمجھتے تھے۔ انھوں نے مایہ دار اجتہاد کی بنیاد رکھی جس کے پرتو میں زمان و مکان کے عناصر اور عینی حالات و واقعات کی شناخت کے حوالے سے درپیش مسائل کو حل کرنے میں رہنمائی ملتی ہے۔

امام خمینیؒ نے دین کو ایک زندہ اور نجات دہندہ نظام کے طور پر پہچنوا لیا، ایسا دین جو

انصاف، آزادی، استقلال اور خود ارادیت کی دعوت دیتا ہے نہ کہ ان کے خلاف۔ امام خمینیؒ اس اسلام کی بات کرتے ہیں کہ جو عوام کے بنیادی حقوق کا پاسدار، انسانی تکریم کا محافظ اور آزادی و معاشرتی انصاف کا حامی ہے اور یہ بذات خود معاشرتی، سیاسی میدان میں اسلام کی سب سے زیادہ دلپذیر خصوصیت شمار ہوتی ہے کہ انسان کے فطری حقوق سے مقابلے کے بجائے، ان سب کا محافظ و داعی ہے۔ امام اس کے متعلق فرماتے ہیں:

''مطمئن رہیے جو کچھ بھی معاشرے کے حق میں ہے، انصاف کا قیام، ظالم ہاتھوں کا توڑنا، خودمختاری اور آزادی کی ضمانت، اقتصادی نشوونما اور دولت کی معقول، قابل قبول تقسیم وغیرہ یہ سب کچھ مکمل طور پر اسلام میں موجود ہے اور وہ کسی غیر منطقی تاویل کا محتاج نہیں ہے۔ (۳صحیفہ نور، جلد ۲، صفحہ ۱۸)

امام خمینیؒ اور اسلامی وحدت

حضرت امام خمینیؒ دینی فکر کے مقاصد اور ارمانوں کی ترویج اور عملی تصویر کے لیے ایمان اور عقیدہ پر مبنی ''وحدت'' اور ''جہاد'' کا واضح عقیدہ رکھتے تھے۔ ''وحدت'' مختلف میدانوں کے لیے، خصوصی طور پر عالم اسلام کی وحدت اور ''جہاد'' خصوصی طور پر عالمی تسلط پر مبنی نظام کے خلاف، اگرچہ ایران کے اسلامی انقلاب پر مکتب تشیع کی گہری چھاپ تھی اور اس انقلاب کے اصلی جوہر اسی مکتب کے پرتو میں شکل پذیر ہوئے لیکن یہ انقلاب کبھی بھی صرف شیعہ مذہب کے لیے نمونہ نہیں بنا بلکہ دشمنوں کی طرف سے تمام تر کوششوں اور سازشوں کے باوجود اس عظیم تحریک کی لہروں نے پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کیا کیونکہ یہ انقلاب اسلامی ہے اور اسلام جیسے جان فزا مکتب کے ذریعے پرورش پا رہا ہے۔

امام خمینیؒ اپنی بار بار کی تقاریر میں کامیابی اور آزادی کے لیے وحدت و اتحاد اور بھائی

چارے کی اہمیت پر زور دیتے رہے ہیں خصوصاً استکبار اور غیر ملکی تسلط پسندوں اور اسی طرح اندرونی لٹیروں اور ظالموں سے نجات کے لیے اتحاد اور بھائی چارہ ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"اگر مسلمان اسلامی احکام پر عمل کریں، اتحاد کی روح کو برقرار رکھیں اور اختلافات اور تنازعے سے ہاتھ کھینچ لیں جو کہ ان کی شکست کی اصل وجہ ہیں تو لا الہ الا اللہ کے پرچم کے سائے میں اسلام دشمنوں اور عالمی غارتگروں کے ہاتھوں سے محفوظ ہو جائیں گے مشرق و مغرب کا اثر و رسوخ اپنے عزیز ممالک سے ختم کر دیں گے کیونکہ ان کی تعداد بھی سب سے زیادہ اور وسائل بھی نہ ختم ہونے والے ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی طاقت ان کی نصرت کے لیے موجود ہے اور سپر طاقتیں ان کی محتاج ہیں۔" (تبیان وحدت ص ۲۰۰)

امام خمینیؒ کا نظریہ وحدت وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ مجموعی طور پر تمام مسلمانوں یا مستضعفین کا دین کے جامع مقاصد اور ترقی و کمال کے حصول کے لیے متحد ہونا، جس کے مختلف پہلو ہو سکتے ہیں ان میں سب سے اہم عالمی استکبار کے خلاف اسلامی امت کا اتحاد ہے جو کہ مسلمان معاشروں کے مشترکہ اصولوں، مقاصد اور ایک جیسے ارمانوں پر توجہ دینے ہی کی صورت میں وقوع پذیر ہوگا۔

امام خمینیؒ کے نقطہ نظر میں اسلامی جدوجہد کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ تمام طبقے اس کے دو اہم ارکان یعنی اسلام اور وحدت پر پابند ہو کر یک زبان ہو جائیں۔ لازمی طور پر حضرت امام خمینیؒ کے پیش نظر ان دو اہم عوامل کا وہ کردار بھی ہے جس کے سبب امت اسلامی کی نجات اور خوشحالی بھی حاصل ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

"اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ صدر اسلام والی عزت اور عظمت پھر سے حاصل کرلیں تو انھیں اسلام اور اتحاد پر کاربند ہونا چاہیے۔ یہ اسلام کے محور پر وہ اتحاد تھا جس

نے مافوق الفطرت طاقت اور شجاعت کی ایجاد کی۔'' (صحیفہ نور ج ۸، ص ۲۳۰)

امام خمینیؒ کے کلام سے یہ واضح ہے کہ امت اسلامی میں مذہبی اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے اتحاد کا تقاضا، عقائد اور مذہب میں اتحاد نہیں ہے بلکہ ان کی اصل مراد امت اسلامی کا سیاسی اتحاد ہے جو دین کے مجموعی اصولوں اور مسالک کے مشترکات پر عمل پیرا ہو کر حاصل کیا جائے۔

دوسرا اہم نکتہ جسے امامؒ کی تصوری اور عملی مکتب میں خاص اہمیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے اتحاد ایک تاکید یا مصلحتی ہتھیار نہ تھا بلکہ اس عظیم شخصیت کی تاکید، وحدت و اتحاد کے تمام مذہبی و دینی مفاہیم پر تھی کیونکہ وہ اسلامی امت اور معاشرے کو ہر قسم کے اختلافات سے محفوظ رکھنے کو ایک شرعی اور الٰہی ذمہ داری تصور کرتے تھے۔

ظلم اور ناانصافی 'استحصال اور امتیازی سلوک کے خلاف جہاد ان اہم ترین مدارج میں سے ایک ہے جسے امام خمینیؒ نے تمام دنیا میں اور خصوصی طور پر عالم اسلام میں پھیلانے کا بیڑا اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی پوری توانائی عالمی ظالمانہ نظام اور تسلط پسند نظام کے جامع نیٹ ورک کی ماہیت اور اصلیت کو بے نقاب کرنے میں صرف کی اور ان شرمناک اور شیطانی سازشوں کو فاش کر دیا جو ماضی اور حال میں ستمگر ظالموں کی طرف سے مظلوم اور مستضعف اقوام پر روا رکھے گئے۔ اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں:

> ''ظالم کی حمایت، مظلوموں پر ظلم کی طرح ہے۔ سپر طاقتوں کی حمایت انسانیت پر ظلم ہے۔ جو ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ ہم ان کی حمایت کریں، وہ یا تو جاہل ہیں یا پھر ایجنٹ! ظالم کی حمایت یعنی اس کا مزید ظلم و ستم کے لیے ہاتھ بٹانا تمام انبیاء کی تعلیمات کے خلاف ہے۔'' (صحیفہ نور جلد ۱۹، صفحہ ۱-۲۰)

امام خمینیؒ اچھی طرح جان چکے تھے کہ عالمی استکبار نے ایک وسیع اور جامع نیٹ ورک

کے ذریعے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس قدر وسیع کہ گویا مستضعفین اور محروم اقوام کے لیے یہ باور کرنا کہ وہ ان کے تسلط سے نجات پا سکتے ہیں نہایت مشکل اور دشوار ہو گیا ہے۔ غلام اور مستضعف عوام نے گویا بے انصافی اور غلامی کو اپنا حتمی مقدر سمجھ رکھا ہے اور گویا تسلط پسند عالمی طاقتوں کی غلامی کو اپنی اور اپنے معاشرے کی بقاء اور زندگی کے لیے اہم ضرورت کے طور پر قبول کر لیا ہے۔ امامؒ جانتے تھے کہ سب سے پہلے محروم اقوام کو ہوش میں لانا چاہیے اور انھیں شدید مایوسی کے دلدل سے نجات دلانا چاہیے اور یہ چیز صرف تسلط پسند نظام کی تحقیر کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ ضروری ہے کہ مستضعفین اور عالم اسلام کو یہ دکھایا جائے کہ نہ صرف تسلط پسندوں کے آگے ہتھیار ڈالنا آخری حربہ نہیں بلکہ تسلط پسندانہ نظام مکمل طور پر تسخیر پذیر ہے۔ لہٰذا امام خمینیؒ نے اپنی تحریک کے آغاز ہی سے امریکہ اور سپر طاقتوں کے دوسرے نیٹ ورک کے خلاف آواز بلند کی اور بار بار اپنے اہداف و مقاصد کو واضح طور پر بیان کیا۔ امام نے اس جہاد میں مظلوم اقوام خصوصاً مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ محروموں کی نجات اور آزادی کا راستہ صرف مستکبرین اور تسلط پسند استکبار کے خلاف جہاد ہی سے میسر ہے۔ لہٰذا امام خمینیؒ نے مظلوموں اور مستضعفین کو اپنے پامال شدہ حقوق کے لیے بیدار کیا اور انہیں اپنی قومی اور اسلامی حیثیت کی حفاظت کی دعوت دی۔ امامؒ فرماتے ہیں:

”میرے عزیز بھائیو اور بہنو! آپ جس ملک میں بھی ہوں اپنی قومی اور اسلامی حیثیت کی حفاظت کریں۔ ہمارے تمام مادی اور معنوی مفادات تو سپر طاقتیں لے جاتی ہیں اور ہمیں غربت اور سیاسی، اقتصادی، ثقافتی اور دفاعی وابستگی اور غلامی میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ہوش میں آیئے اور اپنے اسلامی تشخص کا ادراک کیجیے ظلم کے آگے سر تسلیم خم نہ کیجیے اور پورے اعتماد کے ساتھ عالمی لٹیروں، جن میں امریکہ سر فہرست ہے، کی سازشوں کا پردہ چاک کر دیں۔“ (صحیفہ نور جلد ۱۹، صفحہ ۲۲۶)

اور دوسری طرف امامؒ نے مسلمان اور مظلوم اقوام کے درمیان جہاد و شہادت طلبی کے

کلچر کو فروغ دیا اور یہ باور کرلیا کہ ظلم اور ظالم کے خلاف ڈٹ جائیں اپنے پامال شدہ حقوق کو حاصل کریں۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنی ناچیز جان اور خون اسی حکم کے نفاذ کے لیے اور مسلمانوں کی حفاظت جیسے مقدس فرض کی خاطر تیار کرلی ہے اور میں شہادت جیسے عظیم مرتبے پر فائز ہونے کے انتظار میں ہوں۔ طاقتیں، سپر طاقتیں اور ان کے ایجنٹ اطمینان رکھیں کہ اگر خمینیؒ اکیلا بھی رہ جائے تب بھی اپنے مشن کو جو کہ کفر، ظلم، شرک اور بت پرستی کے خلاف جہاد ہے، جاری رکھے گا۔" (صحیفہ نور جلد ۲۰، صفحہ ۱۱۳)

عالمی تسلط پسندانہ نیٹ ورک کے خلاف جہاد کے متعلق امام خمینیؒ کے غیر متزلزل ٹھوس موقف نے ایک طرف تو دنیا پر چھائے ہوئے ناپسندیدہ نظام کے محافظوں اور تسلط پسند حکمرانوں کی روح و جان پر خوف و ہراس طاری کردیا تھا اور دوسری طرف مستضعفین اور تاریخ کے تحقیر شدہ لوگوں کے افسردہ دلوں کو ایمان، آزادی اور فتح اور کامرانی کی امید کی کرن سے منور کردیا تھا اور یہی وہ چیز ہے جو امام خمینیؒ کی شخصیت کے جاذبہ و دافعہ کی معیار قرار پائی۔ عالمی تسلط پسندانہ نظام نے اپنی پوری طاقت، اقتدار کا رعب اپنے تمام وسائل اور ہتھیاروں کو استعمال میں لاتے ہوئے امام خمینیؒ کے افکار اور ارمانوں کی تحریف و تخریب کے لیے کمر باندھ لی۔ دوسری طرف حق طلبی، ارمان پسندی استکبار اور ظلم سے رہائی اور حقیقی خودمختاری اور آزادی حاصل کرنے کی زبردست لہر دنیا کے اکثر مقامات پر مستضعفین اور محرومین کے جان و قلب اور ضمیروں میں موجزن ہوگئی۔ مسلمانوں نے اپنا انسانی اور اسلامی تشخص ڈھونڈ لیا اور آزادی اور خودمختاری کے راز کو پالیا اور یہ باور کرلیا کہ یہ نعمتیں ایمان اور اسلام اور اسلامی اخلاق پر پابندی ہی کی مرہون منت ہیں اور اسی میں انھیں تلاش کیا جانا چاہیے اور تب ہر اس چیز کے خلاف جہاد کے لیے تیار ہوئے جو کہ انسان کی عظمت ترقی اور انسانی اقدار کی سربلندی کے خلاف ہوں اور اس راستے میں کسی قسم کے خوف و ہراس کو اپنے دل میں جگہ نہ دی اور اسی

وقت سے مغرب استکباری کلچر کے محافظ کے طور پر اپنی تمام تر کوششوں اور طاقت کے ذریعے اسلام کے مقابلے پر آ کھڑا ہوا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کو اپنا اصلی دشمن قرار دینے لگا ہے لیکن مسلمان اقوام نے اپنے امامؒ سے یہ سبق اچھی طرح سیکھ لیا ہے کہ ایمان، اتحاد اور جذبہ قربانی کے ذریعے، استکبار اور ظلم کی بلند و بالا عمارت کو تباہ کر کے اس کے کھنڈرات پر آزادی اور معاشرتی انصاف کی عمارت نو کو تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ اب ہم امام خمینیؒ کے فقہی اور عرفانی نظریات کے حوالے سے اپنی گفتگو کو آگے بڑھائیں گے جو اس عظیم اسلامی انقلاب کے لیے بنیادیں فراہم کرتے ہیں۔

امام خمینیؒ کا عرفانی تصور کائنات

اب ہم انقلاب اسلامی کے حوالے سے امام خمینیؒ کے عرفانی نظریات کا مختصر جائزہ لیں گے۔ انسانی تاریخ میں معروف اور ممتاز چہروں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(i) سلاطین (ii) حکماء (iii) انبیاء

ان تینوں گروہوں کی اہم خصوصیت ان کے گفتار اور کردار کی مطابقت سے متعلق ہے۔ گفتار کی صداقت کردار سے ظاہر ہو کر ہی تاریخ میں ان کے معیار کا تعین کر سکتی ہے۔

سرکش سلاطین اور حکمران پوری تاریخ میں ہمیشہ لہو لعب اور شر و فساد میں مبتلا رہے ہیں۔ اقتدار کی حفاظت و وسعت اور ہر لحاظ سے اپنے تسلط کو قائم رکھنے سے آگے ان کی سوچ کبھی نہ بڑھی۔ ان کے سامنے عوام اور ان کے انسانی حقوق کی کوئی وقعت نہ تھی اور نہ ہی عزت، شرافت، اور تکریم انسانی کا پاس۔ انصاف، مساوات، انسانی حقوق، بہبود و رفاہ اور دوسری مثبت قدریں ایسے نعرے تھے جن کے بہانے وہ انصاف پسندوں، مخلص حریت پسندوں اور دوسرے عوامی رہنماؤں کی سرکوبی، ان کی نفی اور اجتماعی بربادی کا سامان کرتے رہے۔ حقیقت میں ان کے عمل اور کردار میں واضح اور گہرا تضاد تھا۔ اس خود پسند حکمران طبقے نے

شعور و آگہی کی وسعت کے لیے انسانی افکار پر نہ تو کسی قسم کا کوئی مثبت اثر چھوڑا ہے نہ ہی محبت اور پیار کے لیے ان کے دلوں میں کوئی امید کا چراغ روشن کیا ہے۔ بلکہ ان سرکش، تسلط پرست اور مغرور حکمرانوں کا سارا زور پوری تاریخ میں علم و آگہی کے پیکر دانشوروں کو قید و بند میں مبتلا کرنے اور آزادی و انصاف کے متوالوں کو محبوس کرنے پر صرف ہوتا رہا ہے جو آئندہ بھی جاری رہے گا اور چراغ عقل کو انسان شناسی میں پہلے سے زیادہ مشتعل کرتا رہے گا۔ جبکہ خدا کے نیک بندے ان سب باتوں سے ہٹ کر انسان کے باطن میں موجود کشش اور عرفانی جذبوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔ وہ انسانوں کو صراط مستقیم کا نمونہ ودیعت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک فلسفی اپنے شاگرد پیدا کرتا ہے اور پیغمبر اور انبیاء، اولیاء پیدا کرتے ہیں۔ حقیقت تک پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔ فلسفی انسانوں کے شعور اور عقل پر رسائی حاصل کرتا ہے۔ جبکہ انبیاء اور انسان کے دل و فطرت اور طبیعت کو اپنا گرویدہ بنالیتے ہیں۔ فلسفی محقق پروان چڑھاتا ہے اور پیغمبر ایثارگر اور سرفروش!

یہی وہ زاویہ نگاہ ہے جس کے ذریعے امام خمینیؒ کی پہچان ممکن ہے، ایسا شخص جس نے بیسویں صدی کا سب سے عظیم اور گرانقدر انقلاب تخلیق کیا ہے اور اسی کی بدولت گذشتہ صدی کا نام ''انقلابوں کی صدی'' رکھا گیا ہے۔

ایسی شخصیت جس نے مسلمانوں کے دلوں کو مبارزہ و جہاد جیسے عالی جذبوں سے سرشار کیا۔ امریکہ اور غول پیکر استکبار کے خلاف مزاحمت کی طاقت اور غاصب اسرائیل کے ساتھ کسی قسم کی سودے بازے کی نفی جیسی نعمت سے مسلمانوں کو نوازا ہے۔

انقلاب اور امام خمینیؒ ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ میں دو چیزیں جو نہ تو ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کو تحت الشعاع میں قرار دیتے ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی شناخت کا ذریعہ ہے۔

اسلامی انقلاب پیغام الٰہی ہے اور امام خمینیؒ اس کے پیامبر، انقلاب اسلامی ایران کے اسرار

کا ادراک تب ہی ممکن ہے جب آپ امام خمینیؒ کی شخصیت کا صحیح طور پر ادراک کرلیں، ایسے مقام پر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس عظیم اسلامی انقلاب کو نہ سمجھنے کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کی معروف و مشہور ترین ہستی اب تک لاعلمی کے دبیز پردوں کے پیچھے چھپی ہوئی اور ناشناختہ رہ گئی ہے۔

اکثر مبصرین اسلامی انقلاب کے فلسفے اور اس کی بنیادوں کے ادراک اور اس کے ظہور کے علل و اسباب نہ جاننے کے بجائے، اس کی کیفیت اور اس کے سیاسی اور اقتصادی حالات کے متعلق پورا زور صرف کررہے ہیں جبکہ انقلاب کے بنیادی فلسفے کا ادراک، انقلاب کی پیش رفت اور اس کی حفاظت کے لیے بہتر طور پر کردار ادا کرسکتا ہے۔ اس کے لیے یہی ایک راستہ ہے کہ امام خمینیؒ کے انقلابی افکار کے عرفانی پہلوؤں کو اُجاگر کیا جائے۔

۱۹۷۹ء میں وقوع پذیر ہونے والے انقلاب کے بارے میں امام خمینیؒ جو عرفانی نکتہ نظر رکھتے ہیں۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، امام خمینیؒ کے مکتوبات اور بیانات میں بکثرت ایسے شواہد موجود ہیں جن کے مطابق اسلامی انقلاب کو زمینی عوامل اور مشیت الٰہی پر مشتمل ایک واقعہ کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ افراد میں ایسی توانائی کہاں جو اس قدر عظیم تحریک کا آغاز کریں اور اتنی بڑی طاقت پیدا کردیں۔ یہ انسان کا کام نہیں ہے۔ ایک مملکت کے تمام عورتوں، مردوں بچوں اور بوڑھوں کا یوں متحد ہوجانا، اس میں خدا کارساز ہے۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے۔ یہ الٰہی ارادے کا نتیجہ ہے جس نے ملک کے تمام طبقات کو ایک دوسرے کا بھائی بنادیا ہے اور تمام مادی اصولوں کو غلط ثابت کردیا ہے۔ یہ خدا کا ہاتھ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنا ارادہ ہی ہے۔" (صحیفہ نور جلد ۶، ص ۱۱۳)

حضرت امام خمینیؒ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ سے یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ وہ مجسم طور پر عرفانی افکار کے پرتو تھے۔ وہ ہمیشہ عرفانی افکار پر

کاربند رہے۔ اسی طرز فکر و نظر نے ان کے کلام اور خاموشی پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ نصف صدی پر محیط ظلم و ستم کے خلاف مزاحمت اور کسی قسم کی تھکاوٹ سے پاک ٹھوس تحریک کا یارا ایک ایسے انسان کو ہی ہوسکتا ہے جس کا توکل اور بھروسہ قدرت مطلق اور کائنات پر ہمیشہ حکم فرما رہنے والی ذات پر ہو۔ ایسا انسان کامل، جو اس راستے پر دیوانہ وار آگے بڑھ رہا ہو اور جس کا مقصد رضائے الٰہی کے سوا کچھ نہ ہو اور اس کا ذکر و فکر سلوک الی اللہ اور دیدار حق ہو۔ ایسا انسان کامل، جو فنا فی اللہ ہو، دراصل بہی حق اور حریت انسانی کے راستے کے رہنماؤں کا رہنما اور مجاہد ہو۔ ان کا نظریہ کچھ یوں ہے، فرماتے ہیں:

”وہ سالک جو چاہتا ہے کہ اس کا نام زندہ اور امر ہوجائے، اسے چاہیے کہ خداوند متعال کی رحمتوں کو اپنے قلب تک آنے دے۔ وہ اللہ کی رحمانی اور رحیمی صفات کا پرتو بنے، اس کی علامت اور مذکورہ رحمتوں کے حصول کے آثار اس طرح ہیں کہ وہ مخلوق خدا پر مہربان ہو اور اس سے پیار کرے۔ ہمیشہ خدا سے خیر و برکت کا طلبگار ہو، یہ طرز انبیاء عظام اور علماء کرام علیہم السلام کا طرز نگاہ ہے۔ البتہ ان کے سامنے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک پہلو معاشرتی اصلاح، (نظام حکومت) اور شہری نظام ہے اور دوسرا پہلو انفرادی سعادت اور ان کا مقصود یہی سعادت کاملہ ہے۔“ (آداب الصلوۃ ۲۳۵)

یہ انہیں معتبر عرفانی افکار کا نتیجہ ہیں جن کی بنیاد پر مخلوق کے اس عظیم مرشد نے حق کی طرف معاشرے کی حرکت میں ایک غیر معمولی تحریک پیدا کی ہے اور اپنا راستہ ہموار کرتے ہوئے ایک شدید اور جانکاہ مبارزہ کے ذریعے سالکان حق کو ظلم و ناانصافی اور غلامی کے خلاف بھرپور قیام کی دعوت دی کہ آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سیر و سلوک کے راستے میں حائل ایک بہت بڑا پتھر پاش پاش ہوگیا جو کہ وقت کا بڑا طاغوت تھا۔ آپ نے اس شاہی نظام کو ڈھادیا عالمی استکبار اور امریکہ جیسے عالمی غنڈے کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا اور مسلمانوں کے ازلی دشمن اور

قدس کے غاصب یہودیوں اور اسرائیل کو وحشت زدہ کر دیا۔

امام خمینیؒ کا نظریہ یہ ہے کہ ”تزکیہ نفس“ کا فقدان، غلط اور ناپائیدار محرک، خود پسندی، ہوس پرستی، دنیا طلبی وغیرہ...... جن کی جڑیں شرک اور بے ایمانی میں پوشیدہ ہیں، یہ انسانی مقام اور مبارزہ کے راستے کی وہ رکاوٹیں ہیں جن کے ہوتے ہوئے انسان کبھی بھی انقلاب برپا نہیں کرسکتا اور اگر کوئی قیام اور مبارزہ شروع بھی ہوجائے تو اس کا جاری رہنا مشکل ہے اور اگر کسی طرح کچھ چل بھی نکلے تب بھی اس کا جاری و ساری رہنا اور اپنے مطلوبہ اہداف تک پہنچنا ناممکنات میں سے ہے اور یہ حقیقت تمام اسلامی تحریکوں کی تاریخ سے ثابت شدہ ہے۔

امام خمینیؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ غیر خدا کی پوجا اور غیر خدا کی طرف رجوع انسان کو ظلمانی اور نورانی پردوں میں محبوس کر دیتا ہے۔ تمام دنیاوی امور اگر انسان کو دنیاداری میں لگا دیں اور خدا کی طرف سے غفلت کا باعث بن جائیں تو ظلماتی حجابوں کا باعث بنتے ہیں۔ تمام عوالم اجسام خدا اور بشر کے درمیان ظلماتی پردے ہیں اور اگر یہ دنیا لقاء اللہ اور آخرت کے سامان کا وسیلہ قرار پائے تب تمام ظلماتی حجاب نورانی حجاب میں تبدیل ہوجائیں گے۔ ”کمال انقطاع“ یہ ہے کہ ہر قسم کے ظلماتی اور نورانی حجاب ہٹا دیئے جائیں تاکہ الٰہی مہمان خانے میں جو کہ عظمت اور شرف کی کان کی مانند ہے، داخل ہوا جاسکے۔ (مبارزہ با نفس ص ۷۱) پس معلوم ہوا کہ امام خمینیؒ کی نظر میں انقلاب کا فلسفہ وہی چیز ہے جو انبیاء کا مقصود رہا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

”تمام انبیاء کا مقصد ایک ہی تھا اور وہ ہے، ایک کلمہ پر لوٹ آنا۔ وہ کلمہ اللہ کی معرفت ہے، سارا مقصد اور بات یہی ہے۔ عمل صالح کی دعوت تہذیب و تزکیہ نفس کا حکم، امر بہ معروف وغیرہ سب کا مقصد واحدہ پر لوٹ آنا ہی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ جو انسانوں کی فطرت کا اصلی محور ہے، اس پر سے تمام پردے اور حجاب ہٹا دیئے جائیں تاکہ انسان کی محبوب حق تک رسائی ہوسکے اور یہی معرفت حق ہے۔ مقصود اعلیٰ بھی یہی ہے۔“ (صحیفہ نور ج ۱۹، ص ۲۸۳)

یہی وہ مقصد ہے کہ جس سے حضرت امام خمینیؒ نے ایک کامیاب انقلاب کے لیے سیاسی لحاظ سے الہام لیا ہے۔ ہم یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ امام خمینیؒ کے تمام بیانات میں موجود عرفانی جملے، سیاسی پہلوؤں کو اُجاگر کرتے ہیں۔ امام خمینیؒ نے اس پیغمبرانہ روش پر عمل کر کے ایسے وقت میں جب بیسویں صدی کے اواخر میں پوری انسانیت مادیت پرستی اور آسمانی اقدار کی طرف پشت کرنے کی آگ میں جل رہی تھی، عرفان کی معجزاتی طاقت کا جلوہ دکھایا اور اس طاقت کے ذریعے ایک نئی پر امید دنیا اور عام اخلاقی اقدار اور معروف دینی اصول پر مبنی معاشرے کی تشکیل فرمائی اور حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم اور شاندار ذمہ داری کو نبھانے میں کامیاب ہوئے۔

ہمیں اس بات سے غافل نہیں رہنا چاہیے کہ امام خمینیؒ ان معدودے چند عارفین میں سے ایک ہیں جو عرفان اور معرفت کی سیڑھی سے اوپر جاتے ہیں اور سیر و سلوک کی روح پرور خوشبو کو اپنی روح اور جان میں محسوس کرتے ہیں، تب دوبارہ نیچے آکر، مخلوق کے درمیان واپس لوٹ آتے ہیں اور لوگوں کی زبان میں حقیقت اور حق کی بات کرتے ہیں۔ امام خمینیؒ کا سیاسی عرفان شریعت سے جنم لیتا ہے اور عینیت کی طرف آگے بڑھتا ہے۔ امام خمینیؒ کے افعال و کردار کی عرفانی بنیادیں تیزی سے دینی اور شرعی قالب میں تبدیلی ہوجاتی ہیں اور وہ اخلاقی اور روحانی اقدار کی صورت میں اپنے پیروکاروں کی ارواح اور نظام حیات پر نازل فرماتے ہیں۔

امام خمینیؒ ہمیشہ دعا اور ذکر الٰہی کے ذریعے اپنے حوصلہ بڑھاتے تھے۔ بہت ہی کم مواقع ایسے ہیں کہ امام خمینیؒ نے اپنے لیے کچھ کہا ہو، وہ فانی فی اللہ تھے۔ انھوں نے اپنا وجود اپنے آپ سے خالی کردیا تھا۔ اسی بنیاد پر اگر آپ ان کے تمام بیانات کا بغور مطالعہ کریں تو ایسی کوئی خواہش، کوئی بات اور کوئی مقصد نہیں ڈھونڈ سکتے جو ان کی ذات کے لیے ہو اور انھوں نے اپنے لیے متعین کیا ہو۔ امام خمینیؒ ہمیشہ انبیاء کے مقصد کو ہی اپنا مقصد قرار دیتے تھے اور جو کچھ انبیاء کا مقصد تھا وہ تمام امور کا الٰہی کرنا تھا۔ تمام جہانوں اور انسانوں کو ایک ہی رب کی حقیقت کی طرف لوٹا دینا تھا۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد بھی یہی ہے کہ سب امور کو الٰہی کردیں۔

امامؒ فرماتے ہیں کہ خدا کی خاطر قیام کریں'' تو یہ وہی اصول ہے جو الہام کا مظہر اور امام خمینیؒ کی سیاسی زندگی کا محرک اور ان کے طرز تفکر کا روشن نمونہ ہے جبکہ تمام چیزیں اسی اصول پر ظہور پذیر ہوئی ہیں اور سب اعمال و اقدامات کا محور یہی اصول قرار پایا ہے۔ یہ اصول امام خمینیؒ کی اعلیٰ عرفانی طاقت سے حاصل کیا گیا ہے۔ جی ہاں! امام خمینیؒ ایک مرشد کامل متعہد انقلابی سلسلہ عرفانی کے بانی، عظیم مصلح زمان تھے جنھوں نے یہ حقیقت پایہ ثبوت تک پہنچائی کہ حقیقی عرفان کا مقام صرف انسان کے انفرادی افعال نہیں ہیں، چونکہ خداوند متعال ''مطلق وجود'' کا حاکم ہے، لہٰذا اس کی مطلق، حاکیت انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی اور طاری ہونی چاہیے اور تمام معاشرتی اور اجتماعی تعلقات الٰہی اقدار پر ہی استوار ہونے چاہیے اور اس طرح امام خمینیؒ کی توحید پرستی ان کے انقلابی افکار پر سایہ فگن ہوئی اور بندگی اور سیاست کے مابین سرحدی حدود کو مٹا گئی اور ان کی نظر میں عالم عبودیت اور عالم سیاست اور معاشرتی جہان کے مابین ہر قسم کا فرق مٹ جاتا ہے۔ وہ وجود کو پورے کا پورا خداوند متعال کا مقہور مانتے ہیں اور ایک الٰہی انسان کی ذمہ داری کا تعین یہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں پر توحید اور خدا پرستی کو مجسم حالت میں نافذ کرے:

ان کی روح ہمیشہ شاد رہے
ان کا مشن ہمیشہ جاری ہے